مسابقت کی بدولت ترقی ہوئی وہاں ہندو ، مسلم ، سکھ اقوام کے درمیان اختلافات کی خلیج بھی وسیع سے وسیع تر ہونے لگی -

دیسی باشندوں کی یہ مخالفانہ صف آرائی ایک لحاظ سے فرنگی استعمار کے لیے مفید بھی تھی ، کیونکہ ثالث بالخیر کی حیثیت سے ''صاحب'' کی پوزیشن مضبوط ہو رہی تھی - وکٹورین عہد کا سامراجی مزاج اپنی شفقت اور ہیبت کی متضاد خصوصیات کے ساتھ مقامی باشندوں کے لیے حیرت انگیز تھا - انگریز حکمران اپنے دفتروں ، عدالتوں اور کچہریوں میں رعایا کے لیے مہربان 'مائی باپ' کا درجہ رکھتے تھے اور اپنی الگ بستیوں (کنٹونمنٹ اور سول لائنز ایریا) اور کلبوں ، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں جا کر حکمران قوم کا لبادہ پہن لیتے اور کوئی دوسری ہی مخلوق بن کر ہیبت کا نمونہ بن جاتے تھے - لاہور کا لارنس گارڈن اسی لیے اس زمانے میں دیسی باشندوں کے لیے شجر ممنوع کی حیثیت رکھتا تھا اور ہائی کورٹ کے پاس شاہراہ مال پر پنجاب کے پہلے لیفٹننٹ گورنر سرجان لارنس کا مجسمہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قلم پکڑے محکوم پنجابیوں سے اس تحکمانہ لہجے میں مخاطب تھا :

"By which will you be governed ?"

بیسویں صدی کی سیاسی بیداری کے بعد اگرچہ یہ الفاظ یوں بدل دیے گئے تھے :

"I served you with pen and sword !"

لیکن الفاظ سخت ہوں یا نرم ، ان کا استعاری مفہوم ایک ہی تھا اور انیسویں صدی کے نصف آخر کا پنجاب اسی مفہوم کی تاریخی تعبیر تھا -

ڈاکٹر سید معین الرحمان*

عود ہندی

غالب کے اردو خطوں کا پہلا مجموعہ

وسط نومبر ۱۸۵۸ء میں منشی شیو نرائن آرام نے جو آگرے میں ایک مطبع کے سالک اور غالب کے شاگرد تھے ، غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ چھاپنے کا ارادہ کیا تو غالب کے لیے یہ قطعی نئی اور زائد بات تھی - انھوں نے اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے بڑے واضح الفاظ میں شیو نرائن کو لکھا کہ :

''اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں ، یہ بھی زائد بات ہے - کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا ، ورنہ صرف تحریر سرسری ہے - اس کی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے - اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں - خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میرے خلاف طبع ہے -''[1]

[محررہ : ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء]

اردو خطوں کی اس اشاعت کی تجویز میں منشی ہرگوپال تفتہ بھی ، شیو نرائن کے شریک تھے اور بضد تھے کہ خط ضرور چھاپے جائیں - ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں غالب نے تفتہ کو لکھا کہ :

''رقعات کے چھاپے جانے میں ہماری خوشی نہیں ہے - لڑکوں کی سی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو ، تم کو اختیار ہے - یہ امر میرے خلاف رائے ہے -''[2]

اسی روز ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء کے ایک دوسرے خط میں غالب نے اپنے پچھلے خط کے حوالے سے منشی شیو نرائن کو لکھا کہ :

''رقعوں کے چھاپنے کے بارے میں ممانعت لکھ چکا ہوں ، البتہ اس باب میں میری رائے پر تم کو عمل کرنا ضرور ہے -''[3]

آرام اور تفتہ کی تحریک و تجویز نے ، جسے ۱۸۵۸ء میں زائد بات کہہ کر جھٹک دیا گیا تھا ۱۸۶۲ء میں چوہدری عبدالغفور سرور کے ہاتھوں عملی شکل اختیار کی اور بالاخر ۱۸۶۸ء میں یہ تجویز ''عود ہندی'' کے نام سے حقیقت بن کر ابھری[4]

---

* پروفیسر و صدر شعبۂ اردو ، وائس پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ، فیصل آباد

اور اس کی خوشبو "ہند و سند" میں ہر چہار طرف پھیل گئی - "عود ہندی" بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی اور اس کے بعد غالب کے اردو مکاتیب کی جمع و ترتیب کے کام کا ایک تار بندھ گیا ، جس کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں عہد موجودہ تک چلا آتا ہے -

مولانا غلام رسول مہر کا یہ احساس بالکل بجا ہے کہ :

چودھری عبدالغفور خاں سرور ، میرزا غالب کے مخلص نیازمندوں میں اس اعتبار سے بطور خاص ممتاز ہیں کہ انھیں سب سے پہلے (جب) اردو مکاتیب کی جمع و ترتیب کا خیال آیا (تو) میرزا تفتہ یا شیو نرائن آرام کی طرح (وہ) میرزا غالب سے اجازت لینے کے تکلف میں نہ پڑے ، بلکہ اپنے نام کے ، نیز حضرت صاحب عالم مارہروی اور حضرت شاہ عالم کے نام کے خطوط مرتب کرکے ان کا نام "مہر غالب" رکھا اور اس پر ایک دیباچہ بھی لکھ دیا - یہ مجموعہ صرف "عود ہندی" ہی کا جوہر نہ بنا بلکہ حقیقتاً اسی آغاز کے نتیجے میں مکاتیب غالب کے مختلف مجموعے مرتب کرنے کی طرف توجہ منعطف ہوئی - "عود ہندی" ، "اردوئے معلیٰ" ، "مکاتیب غالب"[۵] ، "نادرات غالب"[۶] وغیرہ "مہر غالب" ہی کی وجہ سے منظر عام پر آئے"-[۷]

"عود ہندی" کی جمع و ترتیب کے بارے میں چودھری عبدالغفور سرور کے دیباچے کے علاوہ ، صاحب مطبع ، محمد ممتاز علی خاں کے ابتدائی کلمات سے جو کوائف سامنے آتے ہیں ، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ چودھری عبدالغفور سرور جو مارہرہ ضلع ایٹہ ، یو-پی کے رئیس تھے اور جن کے خانقاہ برکاتیہ ، مارہرہ کے سجادہ نشین ، حضرت صاحب عالم سے گہرے روابط تھے ، غالب کے نامہ ہائے اردو کی عبارت کے گھائل تھے - سرور اپنے نام کے خطوط غالب سے تنہا متلذذ ہونے اور آپ ہی آپ مزہ اٹھانے کو خلاف انصاف جانتے ہوئے ، انھیں احباب کو بھی سنایا کرتے تھے اور غالب کے ان رقعات کے ضمن میں چودھری عبدالغفور سرور کا "دل مائل تمام بہ شہرت عام" تھا -

ادھر میرٹھ کے رئیس اور مطبع مجتبائی کے مہتمم ، محمد ممتاز علی خاں کو "مدت سے اس کا خیال" تھا کہ غالب کی "نثر اردو ، اوروں کی فارسی سے ہزار درجہ بہتر ہے ، اسے بھی ترتیب" دیا جائے - حسن اتفاق کہ ممتاز علی خاں ، رونق افزائے مارہرہ ہوئے اور سرور نے انھیں اپنے آمدہ رقعات غالب سنائے - ممتاز علی خاں ، غالب کی نثر اردو ترتیب دیے جانے کے پہلے ہی مدت سے خواہاں تھے ، اب جو انھوں نے سرور کی زبانی رقعات غالب سنے تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ "اگر وہ خطوط کہ بنام تمھارے آئے اور تم نے سنائے ہیں ، جمع کرو تو میں بیڑا اٹھاتا

ہوں'' ان کے چھاپے کا ـــ یہ پیش کش سرور کے عین حسب منشا تھی ، انھوں نے خط ترتیب دیے ، سال ترتیب کا قطعہ کہا ، دیباچہ لکھا اور یہ مجموعہ اشاعت کے لیے ممتاز علی خاں کے سپرد کیا ۔ اب ممتاز علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ عرصے تک وہ سر گرم تلاش رہے ۔ ''جا بجا سے اور تحریریں مرزا صاحب کی بہم پہنچائیں ، بڑی محنت اٹھائی ، تب تمنا بر آئی'' اور یہ مجموعہ کہ ''عود ہندی'' اس کا نام ہے ، مرتب ہوا ۔

چودھری عبدالغفور کا دیباچہ اہتمامی زبان میں ہے ۔ لمبی چوڑی تمہید و گریز اور مدح و ثنا کے بعد لکھتے ہیں کہ میں آغاز شعور سے اہل سخن کا طالب اور خواہاں تھا ۔ جب غالب کا کلام دیکھا ، بہت متاثر ہوا :

''. . . ترسیل مراسلات میں قدم بڑھایا ، ہر کتابت کا جواب آیا . . . کبھی جواب مراسلہ میں تساہل و درنگ اور اصلاح شعر و عبارت میں دریغ اور ننگ نہ فرمایا ۔ جو نامہ کہ بنام میرے بہ عبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویوں سے دل‌ربا تر، اور ہر سطر اس کی سلسلہ مویوں سے تاب‌فرسا زیادہ ہے ۔ جس آنکھ نے دیکھا وہ بینا ہے ، جس کان نے سنا وہ شنوا ہے ، پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اٹھانا خلاف انصاف جانا ۔ دل ، مائل تمام بہ شہرت عام ہوا اور ہنوز یہ قصد نا تمام تھا کہ بہ حسن اتفاق فخر زمان وحید دوران جناب ممتاز علی خاں صاحب متوطن میرٹھ . . . رونق افزائے مارہرہ ہوئے . . . ایک روز محفل ممدوح میں ذکر بہ، دانی و شیوا بیانی جناب استاذی و مخدومی درمیان آیا ۔ ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جاں فزا اور شمیم دل کشا ہے ۔ فارسی کا کیا کہنا ، اردو بھی یکتا ہے ۔ نظم و نثر تو محلّی بہ حلیۂ انطباع ہوا ، لیکن نثر اردو زیور طبع سے عاری رہا ۔ اگر وہ خطوط کہ بنام تمھارے آئے اور تم نے سنائے ہیں ، جمع کرو تو میں بیڑا اٹھاتا ہوں ۔ اس تقریر سے نسیم تاثیر نے غنچۂ دل کھلایا ۔ منشأ خاطر ظہور میں آیا ۔ وہ مکتوب کہ بنام میرے آئے تھے ترتیب دیے ، گویا جواہر بے بہا کان قلم دان سے نکال کر کشتی اوراق میں جمع کیے ۔ چونکہ محبت جناب غالب میرے حال پر بہت غالب ہے ، لہذا نام اس انشا کا ''مہر غالب'' (بکسر میم) مناسب ہے ۔ سال ختم تالیف بھی اس نام سے مطابق پایا ، طبیعت اور بڑھی ، تحریر تاریخ کو دست قلم بڑھایا :

انشا مملو بہ صد مطالب لکھی   یعنی پئے دوستان طالب لکھی
موسوم کیا جو ''مہر غالب'' سے سرور   تاریخ بھی اس کی ''مہر غالب'' لکھی[8]

''مہر غالب'' سے ۱۲۷۸ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو ۶۲-۱۸۶۱ سنہ عیسوی

کے مطابق ہے ۔ یہ اُس اور آتنے حصہ' کتاب کا سال اتمام ہے جسے چودھری بدالغفور سرور نے مرتب کیا ، لیکن بحیثیت مجموعی پوری کتاب کی ترتیب کا کام گست ۱۸۶۶ء میں انجام پایا اور کتاب کی طباعت کہیں اکتوبر ۱۸۶۸ء میں جا کر کمل ہوئی ، اس کی تفصیل آگے آتی ہے ۔

ابتداً ۶۲-۱۸۶۱ء میں سرور نے "مہر غالب" کے نام سے انشائے غالب مشتمل ر رقعات کا مجموعہ مرتب کرکے بغرض اشاعت محمد ممتاز علی خاں کے حوالے کیا ، متاز علی خاں کا بیان ہے کہ :

"بندے سے خدا کی تعریف ہو کیا مجال ہے . . . بندہ سراپا عصیان محمد ممتاز علی خاں جب اپنے کو اس سے عاجز پاتا ہے تو حرف مطلب زبان پر لاتا ہے ۔ نجم الدولہ اسداللہ خاں بہادر غالب . . . سارا ہند انھیں جانتا ہے ۔ ایران تک ان کی جادو بیانی کا چرچا ہے ۔ مجھے مدت سے اس کا خیال تھا کہ فارسی تصنیفیں تو ان کی بہت مرتب ہوئیں اور چھاپی گئیں؟ ۔ لوگوں نے فیض اٹھائے ، تعویذ بازو بنائے مگر کلام اردو نے سوائے ایک دیوان کے ترتیب نہ پائی۱۰ ، یہ دولت ارباب شوق کے ہاتھ نہ آئی ، حالانکہ نثر اردو ان کی اوروں کی فارسی سے ہزار درجہ بہتر ہے ۔ یہ سلامت بیان ، شستگی زبان ، روزمرہ کی صفائی اور ان کی شوخی کسی کو کب میسر ہے ۔ اسے بھی ترتیب دیجیے ۔ قدردانوں پر احسان کیجیے . . . مرزا صاحب کے شاگرد یکتا چودھری عبدالغفور صاحب سرور تخلص سے یہ ذکر آیا تو انھوں نے جتنے خطوط مرزا صاحب کے ان کے نام آئے تھے ، سب کو ایک جا کر کے اور اس پر ایک دیباچہ لکھ کے وہ مجموعہ عنایت کیا ۔

عرصے تک سر گرم تلاش رہا ، جا بجا سے اور تحریریں مرزا صاحب کی بہم پہنچائیں ۔ بڑی محنت اٹھائی تب تمنا بر آئی اور مجموعہ مرتب ہوا ۔ آج پورا اپنا مطلب ہوا ۔ خواجہ غلام غوث خاں بے خبر تخلص جو نواب معلی القاب لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کے میر منشی اور میرے مخدوم خاص ، اور حضرت غالب صاحب کے مخلص با اختصاص ہیں ، اس تلاش میں میرے معین و مددگار رہے بہت کچھ ذخیرہ ان کی بدولت بہم پہنچا "۔۱۱

گویا سرور نے "مہر غالب" کے نام سے جو خط جمع کیے تھے منشی محمد ممتاز علی خاں نے انھیں کافی نہ سمجھتے ہوئے ، مزید رقعات کی فراہمی کو ضروری خیال کیا ، عرصے تک سرگرم تلاش رہے ، جا بجا سے کوشش کرکے اور تحریریں مرزا غالب کی بہم پہنچائیں ، تب ان کی تمنا بر آئی اور یہ مجموعہ مرتب ہوا ۔ فراہمی مکاتیب کی اس مہم میں محمد ممتاز علی خاں نے منشی غلام غوث بے خبر کو اپنا

"معین و مددگار" بتاتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ "بہت کچھ ذخیرہ ان کی بدولت بہم پہنچا" لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ :

"اس کتاب کی دو فصل اور ایک خاتمہ ہے۔ پہلی فصل میں چودھری صاحب کے مرتب کیے ہوئے خطوط اور ان کا لکھا ہوا دیباچہ ، دوسری فصل میں میرے جمع کیے ہوئے رقعات اور خاتمے میں چند نثریں ہیں جو جناب غالب نے اوروں کی کتابوں پر تحریر فرمائی ہیں"۔[۱۲]

یعنی کتاب میں دو فصلیں اور ایک خاتمہ ہے :

۱۔ پہلی فصل میں چودھری صاحب کے مرتب کیے ہوئے خطوط اور ان کا لکھا ہوا دیباچہ ۔

۲۔ دوسری فصل میں میرے (محمد ممتاز علی خاں کے) جمع کیے ہوئے رقعات ۔

۳۔ خاتمے میں چند نثریں جو غالب نے اوروں کی کتابوں پر تحریر فرمائیں ۔

یہاں منشی غلام غوث بے خبر درمیان سے بالکل نکل ہی گئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مجموعے کی ترتیب و تدوین میں بے خبر کے انہماک اور ان کی محنت اور مساعی کو سب سے زیادہ دخل رہا ہے ، لیکن کتاب چونکہ ممتاز علی خاں اور چودھری عبدالغفور سرور کے دیباچے کے ساتھ چھپی ، اس لیے مرتب اصلی یعنی بے خبر ، پس منظر میں چلے گئے اور ممتاز علی خاں کے بیان میں صرف ضمناً ان کی معاونت کا ذکر آ گیا جبکہ اصلاً یہ ذخیرہ بہت کچھ بے خبر ہی کی بدولت بہم پہنچا ۔

سرور نے منشی ممتاز علی خاں کی فرمائش پر رقعات غالب جمع کیے اور اس پر دیباچہ لکھا ۔ یہ مجموعہ اور دیباچہ خواجہ غلام غوث بے خبر کے پاس آیا اور مزید خطوط کی فراہمی اور ترتیب کے سلسلے میں کئی سال ان کی تحویل میں رہا ۔ "فغان بے خبر" اور "انشائے بے خبر" کے نام سے خواجہ غلام غوث بے خبر کے خطوں اور تقریظوں وغیرہ کے دو مجموعوں میں غالب اور بعض دیگر اصحاب کے نام بے خبر کے خطوط ، اس امر پر شاہد ہیں کہ حقیقتاً "عود ہندی" کی ترتیب کا کام صحیح معنی میں انھی نے انجام دیا اور اس کار ضروری میں انھیں غالب کی تائید استمداد اور مشورت و رہنمائی بھی حاصل رہی ۔ "انشائے بے خبر" میں غالب کے نام ایک خط سے "عود ہندی" کی ترتیب و تدوین اور اس میں بے خبر کے دخل اور دل چسپی پر روشنی پڑتی ہے ۔ لکھتے ہیں :

"حضرت ، نسخہ "عود ہندی" کا ممتاز علی خاں صاحب کی فرمایش سے مرتب ہو رہا ہے ۔ چودھری عبدالغفور سرور صاحب کے پاس سے آپ کے

خطوط اور ان کا دیباچہ آ گیا ۔ میں نے سوائے اس کے کہ آپ سے بہت کچھ حاصل کیا کالپی اور لکھنئو اور بریلی اور گورکھپور اور اکبر آباد سے آپ کی تحریریں فراہم کیں*، خود سب کو دیکھا ، جو مضامین لائق اعلان کے نہ تھے ، ان کو نکال ڈالا ۔ کاتب لکھ رہا ہے ، میں مقابلہ کرتا ہوں ۔ اب تک بڑے ورقوں کے دس جزو مرتب ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں ۔ امید ہے کہ ادھر [اگست] کا آغاز ہو ، ادھر اس مجموعے کا انجام ہو ۔ میں اپنے حق سے ادا ہوں ، چھپوانے کے لیے ان کے حوالے کروں ۔ اس وقت بھی مقابلے میں مصروف ہوں ، پڑھتے پڑھتے آپ کو لکھنے کا خیال آیا کہ

* پنڈت مہیش پرشاد لکھتے ہیں :

''اس بنا پر یہ ضرور ہے کہ موسومہ ذیل حضرات کے نام کے خطوط خواجہ صاحب نے خود جمع کیے ، البتہ یہ ممکن ہے کہ ان کی فراہمی میں منشی محمد ممتاز علی صاحب سے (کچھ) مدد ملی ہو :

انورالدولہ شفق (کالپی) ، مہر (آگرہ) ، عبدالرزاق مچھلی شہری ، اس زمانے میں گورکھپور میں مقیم تھے ، جنون (بریلی) ، مفتی عباس (لکھنئو) ، مولوی عزیزالدین ، رعنا شیفتہ وغیرہ ۔

خواجہ صاحب چونکہ اس صوبے کے اعلیٰ حاکم کے میر منشی تھے اور ایک ادیب بھی تھے ، لہذا اس صوبے سے تعلق رکھنے والی تحریروں کو وہ بآسانی اِک جا کر سکے ۔ باقی جس طرح مولوی عبدالغفور نساخ کے نام کے خط کا مسودہ خواجہ بے خبر صاحب کے پاس غالب نے خود بھیجا تھا ، اسی طرح ممکن ہے کہ ان حضرات کے خطوط کی نقلیں بھی مرزا غالب ہی نے خواجہ بے خبر صاحب کو بھیجی ہوں ، جیسا کہ خود لکھتے ہیں کہ مرزا غالب سے ''بہت کچھ حاصل کیا :'' مجروح ، سرفراز حسین ، علائی ، تفتہ ، مرزا یوسف علی عزیز ا ر ظہیرالدین کی طرف سے خط''۔۱۴

(مہیش پرساد ، ہندوستانی ، الہ آباد ، اکتوبر ۱۹۳۵ء ، صفحہ ۳-۲۷۲م)

میرزا رحیم بیگ میرٹھی کے نام طویل خط پہلے ہی الگ رسالے کی صورت میں چھپ چکا تھا'' ، بے خبر کو آسانی سے مل گیا ہوگا ۔ نساخ کے نام کا خط خود غالب نے بے خبر کو بھیجا ۔ انورالدولہ کے نام کا کم از کم ایک خط تو یقیناً غالب کے ایماء پر غالب کو ملا اور خود بے خبر کے نام کے ۲۵ خط بھی بے خبر کے ہاتھوں شامل کتاب ہوئے ۔ غرض یہ کہ ''عود ہندی'' کی ترتیب اور فراہمی مکاتیب میں بے خبر شریک غالب معلوم ہوتے ہیں ۔

نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہ ، منشی حبیب اللہ صاحب ذکا ، میاں داد صاحب سیاح ، ان حضرات کے پاس بھی آپ کے رقعات ضرور ہوں گے ۔ آپ انھیں ایماء کریں کہ جس کے پاس جو کچھ ہو ، بسبیل ڈاک میرے پاس بھیج دیں ۔ رامپور تو میں نے خود لکھا ہے ۔ شاید وہاں سے بھی کچھ آ جائے ۔ جب تک کتاب تمام ہو ، اور جس قدر خطوط ہاتھ آویں اور اس میں شامل ہوں غنیمت ہے"۱۳

اتفاق سے اس خط کا جواب بھی محفوظ ہے ، غالب لکھتے ہیں :

"آپ کو معلوم رہے کہ منشی حبیب اللہ ذکا اور نواب مصطفیٰ خاں (شیفتہ) حسرتی کو کبھی اردو خط نہیں لکھا ۔ ذکا کو غزل اصلاحی کے ہر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح سے آگہی دی جاتی ہے ۔ نواب صاحب (شیفتہ و حسرتی) کو یوں لکھا جاتا ہے :

"کہار آیا ، خط لایا ، آم پہنچے ، کچھ بانٹے ، کچھ کھائے ، بچوں کو دعا ، بچوں کی بندگی ۔ مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام—"

یہ تحریر اس ہفتے میں گئی ہے ۔ غرض کہ عامیانہ لکھنا اختیار کیا ہے ۔ اب یہ عبارت ، جو تم کو لکھ رہا ہوں ، یہ لائق شمول مجموعۂ نثر اردو کہاں ہے ؟ یقین جانتا ہوں کہ ایسی نثروں کو آپ خود نہ درج کریں گے ۔"۱۶

مولانا غلام رسول مہر کے بقول :

"غالب کا یہ بیان صحیح نہیں ، اغلب ہے کہ میرزا غالب کو یاد نہ رہا ہو ۔ حبیب اللہ ذکاء کے نام کم و بیش پندرہ خط مجموعۂ مکاتیب میں شامل ہیں ۔ ان کی ابتدا جولائی ۱۸۶۳ء سے ہوئی اور یہ سلسلہ جنوری ۱۸۶۸ء تک برابر جاری رہا ۔ نواب صاحب مصطفیٰ خاں کے نام بھی کم از کم ایک خط مجموعے میں موجود ہے ۔ اغلب ہے میرزا غالب کا خیال یہ ہو کہ نواب صاحب کو عموماً ایسے خط اردو میں نہیں لکھے گئے جو مجموعے میں شامل ہونے کے لائق ہوں ۔ ان میں سے ایک خط کی عبارت بھی مثالاً درج کر دی ۔ مصطفیٰ خاں شیفتہ و حسرتی کو غالباً کوئی تازہ خط اس مضمون کا بھیجا گیا تھا ۔"۱۷

خواجہ غلام غوث بے خبر کے مذکورہ خط اور غالب کے جواب خط سے دو اہم باتیں سامنے آتی ہیں :

۱۔ غالب کے خطوں میں ایسے مضامین کو نکال دیا گیا ، جنھیں بے خبر نے اعلان کے لائق نہیں سمجھا ۔

۲۔ غالب نے بے تکلف دوستانہ خطوط کو جنھیں وہ بہ عبارت ''عامیانہ''
بتاتے ہیں ۔ مجموعے میں درج کرنے سے منع کر دیا تھا ۔ گویا صرف
ایسے خطوں کے شمول کی اجازت تھی جو علمی و فنی مباحث پر مبنی
ہوں یا جن میں بطریق انشا پردازی ، عبارت آرائی کی گئی ہو ۔

لیکن ''عود ہندی'' کے نام سے جو مجموعہ سامنے آیا ، معلوم ہوتا ہے کہ اس
بں اس دوسری بات کا سختی سے لحاظ نہیں رکھا گیا اور بے تکلف دوستانہ خطوط
کو بھی جنھیں دراصل خطوط غالب کی جان سمجھنا چاہیے ، اس مجموعے میں کسی
در جگہ مل گئی ہے ۔

غالب نے ، بے خبر کے نام اپنے مذکورہ بالا خط کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ :

جناب کیمسن صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا ، باوجود عدم
تعارف ، خط مجھ کو آیا ۔ ۔ ۔ نظم و نثر اردو طلب کی تھی ۔ مجموعہ نظم
بھیج دیا ۔ نثر کے باب میں تمہارا نام نہیں لکھا ، مگر یہ لکھا کہ مطبع
الہ آباد* میں وہ چھاپا جاتا ہے ۔ بعد انطباع و حصول اطلاع ، وہاں سے
منگوا کر بھیج دوں گا ۔''[۱۸]

اس کے جواب میں بے خبر نے غالب کو لکھا کہ :

''منشی ممتاز علی خاں صاحب کو میں نے کل لکھا کہ آپ ایک عرضی جناب
کمسن صاحب بہادر افسر مدارس کے حضور میں بھیج دیں اور اس میں یہ
لکھیں کہ حضرت غالب نے آپ کو جس مجموعہ نثر کا ذکر لکھا ہے ،
اسے میں مرتب کرتا ہوں ، عنقریب چھپنا شروع ہوگا ۔ کچھ جلدیں
مدرسوں کے لیے آپ بھی خریدیں تو آپ کی اس اعانت سے کتاب جلد چھپ
جائے ۔ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ، صاحب تک اس ذکر پہنچانے کا
میری رائے میں نہ آیا ۔''[۱۹]

اسی خط میں بے خبر نے غالب کو مطلع کیا اور اُن سے پوچھا کہ :

''جابجا سے جو آپ کے خطوط جمع کیے گئے ، وہ اصل تو کہیں سے آئے
نہیں ، نقلیں آئیں ۔ سرور کے نام کے ایک خط میں جلال اسیر کا ایک مصرعہ
لکھا ہے ، وہ اسی قدر پڑھا جاتا ہے ۔ ''ز غیر در شکر آب است'' مارہرے

---

*بے خبر کا قیام الہ آباد میں تھا غالباً اس بنا پر غالب کو یہ خیال ہوا کہ
مجموعہ وہیں چھپ رہا ہوگا ۔

والوں کے خط کا حال تو آپ پر خوب ہویدا ہے دوسرے لفظ "پنشن" کو کہیں مذکر لکھا ہے اور کہیں مونث ، آپ تو ایسے مخنث کیوں بنائے ، مگر یہ خرابی بھی کاتب سے ہوئی ہے۔ ان دونوں کی تصحیح لکھیے تو کتاب میں صحیح لکھ دیا جائے۔"[۲۰]

ک دوسرے خط میں بے خبر نے غالب کو لکھا کہ :

"یہ جو میں نے عرض کیا تھا کہ مرزا محمد خاں صاحب سے اپنی اردو نثریں لے کر مجھے بھیجئے گا ، اس کا کچھ جواب ہی ارشاد نہ ہوا۔"[۲۱]

"عود ہندی" طبع اول میں تفتہ کے نام غالب کا ایک خط شامل ہے (صفحہ ۹-۱۰۰) ۔ غالب کے ایک خط بنام بے خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خبر نے الب سے تفتہ کے نام کے خط فراہم کرنے کی تحریک بھی کی تھی ۔ غالب جواباً کھتے ہیں کہ :

"حضرت پیرو مرشد ! اس سے آگے آپ کو ۔ ۔ ۔ لکھ چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا ۔ اشعار اُن کے آئے ، اصلاح دے دی ۔ منشاء اصلاح جابجا حاشیے پر لکھ دیا ۔ کل جو عنایت نامہ آیا ، اُس میں بھی ۔ ۔ ۔ تفتہ کے خطوط کا حکم مندرج پایا ۔ ناچار تحریر سابق کا اعادہ کرکے حکم بجا لایا ۔"[۲۲]

غالب کا یہ جواب تو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں کہ تفتہ کو انھوں نے ط لکھے ہی نہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ غالب کے محفوظ اردو خطوط ، سب سے زیادہ تہ ہی کے نام ہیں ۔ یہ تعداد میں سوا سو کے لگ بھگ ہیں اور ابھی جیسا کہ لانا غلام رسول مہر نے بھی لکھا ہے ،[۲۳] یقین ہے کہ خاصے خط تلف بھی ہوگئے۔ لاً تفتہ کے نام دستیاب خطوں میں زمانی اعتبار سے جو پہلا خط ہے ، اُس کی عبارت ، سے ظاہر ہے کہ یہ پہلا خط نہیں بلکہ اس سے پیشتر کے خطوط بھی ہونے ہیں جو نہیں مل سکے ۔ پھر ۱۸۴۸ء ، ۱۵۸۰ء ، ۱۸۵۶ء اور ۱۸۵۷ء کا رف ایک ایک خط ہے ۔ یہ امر قرین قیاس نہیں کہ گھرے تعلقات کے باوصف ، برسوں میں صرف ایک ایک خط لکھا گیا ہو ۔ مزید برآں غالب کے دستیاب طوں میں تفتہ کے نام ۱۸۶۵ء کے بعد کا کوئی خط نہیں ، حالانکہ تفتہ کے روابط ، کوئی وجہ نہیں کہ غالب سے آخر وقت تک استوار نہ رہے ہوں ۔

میرا خیال ہے کہ غالب نے اگر واقعتاً تفتہ ہی کے بارے میں یہ لکھا ہے تو ں میں یہ مصلحت کارفرما رہی ہوگی کہ تفتہ کے نام کے خطوں کی فراہمی کی فکر ں کتاب پڑی ہی نہ رہے ، جلدی سے چھپ کر ایک طرف ہو ۔ بصورت دیگر یہ لب کا سہو قلم ہے یا اس میں کاتب کی کرشمہ سازی کو دخل ہے ۔ غالب کے

خط کا جملہ یہ ہے :

''اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا ۔ اشعار ، اُن کے آئے اصلاح دے دی ، منشاء اصلاح جابجا حاشیے پر لکھ دیا ۔''۲۴

بے خبر کے نام ''اس سے آگے'' کے کسی خط میں تفتہ کا ذکر نہیں آیا ۔ ذکا کے بارے میں غالب نے ضرور بے خبر کو یہ لکھا تھا کہ :

''ذکا ۔ ۔ ۔ کو کبھی اردو خط نہیں لکھا ۔ ۔ ۔ غزل اصلاحی کے ہر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح سے آگہی دی جاتی ہے ۔''۲۵

غالباً زیر بحث خط میں بھی ذکا ہی لکھنا چاہا ہوگا ، تفتہ لکھا گیا یا کاتب کو سہو ہوا اور وہ ''ذکا'' کی جگہ ''تفتہ'' لکھ گیا یا اُس نے ''ذکا'' کو پڑھا ہی ''تفتہ'' اور تفتہ لکھ دیا ۔

بھرنوع یہ تمام شواہد اس امر پر مظہر ہیں کہ بے خبر کو ''عود ہندی'' کی جمع و ترتیب میں کس درجہ انہاک اور دخل تھا ۔ جزئیات تک پر اُن کی نظر رہی اور اس بارے میں خود غالب سے نہ صرف اُن کا رابطہ رہا بلکہ انھیں برابر غالب کی تائید اور اعانت بھی حاصل رہی ۔ غالب نے اپنی بعض تحریریں مجموعے میں شمولیت کی غرض سے خود بے خبر کو بھیجیں ۔ ایک خط میں انھیں لکھتے ہیں :

''پیرو مرشد ، کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر ہیں کلکتے میں ۔ مولوی عبدالغفور اُن کا نام اور نساخ اُن کا تخلص ہے ۔ میری اُن کی ملاقات نہیں ۔ انھوں نے اپنا دیوان چھاپے کا موسوم بہ ''دفتر بے مثال'' مجھ کو بھیجا ۔ اس کی رسید میں یہ خط میں نے اُن کو لکھا ۔ چونکہ یہ خط مجموعۂ نثر اردو کے لائق ہے ، آپ کے پاس ارسال کرتا ہوں ۔''۲۶

نساخ کے نام غالب کا یہ مرصع اور پرتکلف خط ''عود ہندی'' طبع اول میں موجود ہے (صفحہ ۱۲۵-۱۲۶)۔ اس خط کی ایک اہمیت یہ ہے کہ باعتبار مضمون اور باعتبار انشا و عبارت ، اس خط کا تجزیہ کرکے ، غالب کے اُس تصور کا تعین کیا جا سکتا ہے ، جو وہ اپنے لائق اشاعت رقعات کے بارے میں رکھتے تھے ۔ اسی طرح ایک اور خط میں بے خبر کو لکھتے ہیں کہ :

''میرے ایک رشتے دار کے بھتیجے نے ''بوستان خیال'' کا اردو میں ترجمہ کیا ہے ۔ میں نے اُس کا دیباچہ لکھا ہے ۔ ایک دو ورقہ اس کا بصورت پارسل بلکہ بہ ہئیت خط بھیجتا ہوں ۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے ، سو نقل کر لیجیے ۔''۲۷

یعنی اشارہ ہے کہ اس کا دیباچہ ، میرے اس مجموعۂ نثر کے لیے نقل کر لیجیے جو آپ ترتیب دے رہے ہیں ۔ ''بوستان خیال'' کی پہلی جلد کا یہ اردو ترجمہ ''حدائق انظار'' کے نام سے خواجہ بدر الدین عرف خواجہ امان دہلوی نے کیا تھا ۔ اس کا دیباچہ مرقومہ غالب ''عود ہندی'' طبع اول کے خاتمے (صفحہ ۱۸۲-۱۸۴) میں موجود ہے ۔

۱۵ فروری ۱۸۶۴ء کے ایک خط موسومہ انور الدولہ شفق کو غالب نے اس ''گزارش'' پر ختم کیا ہے :

''اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر، میر منشی لفٹننٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو آن کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجیے گا ۔''[۲۸]

مطلب یہ ہے کہ میرے اس خط کی نقل ، اس مجموعۂ نثر کے لیے بھیج دی جائے ، جس کی ترتیب کا کام منشی غلام غوث بے خبر کے پیش نظر ہے ۔

مختصر یہ کہ ''عود ہندی'' کی ترتیب میں بے خبر کی مساعی جمیلہ اور انہماک جلیلہ کو بے حد دخل تھا اور دربارۂ خاص انھیں غالب کی تائید بھی حاصل تھی ۔ خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام غالب کے ایک سے زیادہ خطوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بے خبر نے باصرار و تکرار خواہش ظاہر کی تھی کہ غالب اپنے اس مجموعۂ نثر پر خود دیباچہ لکھیں ۔ لیکن غالب ، عذر علالت کی بنا پر اس کے لیے تیار نہیں ہوئے ۔ ایک خط میں غالب انھیں لکھتے ہیں :

حضرت پیرو مرشد ، اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ منشی ممتاز علی خاں صاحب سے میری ملاقات ہے اور وہ میرے دوست ہیں ۔ یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صاحب فراش ہوں ۔ اٹھنا ، بیٹھنا ناممکن ہے ۔ ۔ ۔ اس حال میں دیباچہ کیا لکھوں ؟ کل جو عنایت نامہ آیا ، اس میں بھی دیباچے کا اشارہ ۔ ۔ ۔ مندرج پایا ۔ ناچار تحریر سابق کا اعادہ کرکے حکم بجا لایا ۔''[۲۹]

یعنی عذر سابق کا اعادہ کرکے تعمیل ارشاد سے معذرت چاہ لی ۔ بے خبر نے غالباً پھر دیباچے کے لیے کہا کہ بے دیباچہ ، کتاب کیوں کر چھپے گی ؟ غالب جواباً لکھتے ہیں کہ :

''بندہ پرور ! اگر ایک بندۂ قدیم کہ عمر بھر فرمان پذیر رہا ہو ، بڑھاپے میں ایک حکم بجا نہ لائے تو مجرم نہیں ہو جاتا ۔ مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوئے دیباچے پر موقوف ہے تو اس مجموعے کا چھپ جانا 'بالفتح' میں نہیں چاہتا بلکہ چھپ جانا 'بالضم' چاہتا ہوں ۔ سعدی علیہ‌الرحمۃ فرماتے ہیں :

رسم است کہ مالکان تحریر آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اسی گروہ یعنی مالکان تحریر میں سے ہیں - پھر اس شعر پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟''۳۰

اصل یہ کہ غالب اپنے مجموعے پر آپ دیباچہ لکھنے کے لیے آمادہ نہیں ہوئے - بے خبر نے ''عود ہندی'' کی جمع و ترتیب میں بہت وقت صرف کیا - خطوط کی فراہمی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی - غالب نے بھی اعانت اور استمداد کی - باہں ہمہ اس کوشش و کاوش کے باوجود بمشکل ہونے دو سو کے قریب خط جمع کیے جا سکے یا کہیے کہ لائق اشاعت اتنے ہی سمجھے گئے - بے خبر نے ان کی جلد بندھوائی اور اشاعت کی غرض سے مولوی ممتاز علی خاں کو بھیج دی - ''انشائے بے خبر'' کا ایک خط ، اس ضمن میں اہم ہے - بے خبر ، غالب کو لکھتے ہیں :

''جناب عالی ، میں نے ایک عریضہ اس سے پہلے آپ کو بھیجا ہے - اس میں یہ مطلب ، جواب طلب لکھا ہے کہ مولوی جہانگیرنگری نے جو رسالہ تصنیف کیا ہے ، اُس کا نام کیا ہے ؟ اور وہ کہاں چھپا ہے ؟ آج تک جواب نہیں - کیوں کر مجھے حیرت نہ ہو ، جب ترک جواب حضرت کی عادت نہ ہو - جواب عنایت کیجیے ، مجھے بلائے انتظار سے نجات دیجیے - الحمدللہ کہ ''عود ہندی'' کی ترتیب تمام ہوئی - جلد بندھوا کر آج منشی ممتاز علی خاں صاحب کی خدمت میں روانہ کر دی - اب چھپوانے میں دیر کریں یا جلدی ، انھیں اختیار ہے -''۳۱

اس خط پر ، بے خبر کے دوسرے خطوں کی طرح کوئی تاریخ درج نہیں ہے لیکن بعض داخلی قرائن سے یہ ۱۸۶۶ء کا قرار پاتا ہے - مولوی صاحب جہانگیر نگری کے جس رسالے کا بے خبر کے اس خط میں ذکر ہے ، اُس کا نام ''موید برہان'' ہے اور یہ رسالہ ۱۸۶۶ء میں مولوی احمد علی احمد جہانگیرنگری نے غالب کی ''قاطع برہان'' کے رد میں لکھا تھا اور کلکتے سے ٹائپ میں بہت اہتمام سے چھپا تھا - ایک دوست نے کلکتے سے غالب کو اس کی اطلاع دی - غالب نے محض اس اطلاع پر ''موید برہان'' کو دیکھے بغیر[۳۲] اکتیس (۳۱) اشعار کا ایک فارسی قطعہ لکھا اور چھپوا کر نزدیک و دور احباب کو بھیج دیا - یہ ایک قطعہ ایک ورق پر اکمل المطابع ، دہلی میں چھپا - منشی حبیب اللہ ذکاء کے نام ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء کے ایک خط میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے گویا یہ اس سے کچھ پہلے اور ذکاء کے نام پچھلے موجود خط مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۶۶ء کے بعد چھپا تھا - اس قطعہ کا مطبوعہ عنوان یہ ہے :

"قطعہ در گزارش سپاس یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیرنگری"۔

اور اس کا پہلا شعر یہ ہے:

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخۂ
در خصوص گفتگوی پارس انشا کردہ است

اس قطعہ میں مولوی احمد علی احمد جہانگیرنگری کے نسخے "موید برہان" کا نام کہیں نہیں آیا۔ یقیناً یہی مطبوعہ[۳۳] قطعہ، غالب نے بے خبر کو بھیجا ہوگا اور قدرتی طور پر انھیں مولوی صاحب جہانگیرنگری کے رسالے کا نام جاننے کا تجسس ہوا اور انھوں نے غالب سے پوچھا کہ اس رسالے کا نام کیا ہے اور وہ کہاں چھپا ہے؟

اس خط کا زمانۂ کتابت ۱۲ مئی سے ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء کے مابین طے پاتا ہے۔ اس میں انھوں نے "عود ہندی" کے ترتیب پا جانے اور اشاعت کے لیے اسے صاحب مطبع ممتاز علی خاں کے حوالے کر دینے کی اطلاع دی ہے۔ لیکن اور ذریعے سے "عود ہندی" کے مسودے کا صاحب مطبع کے سپرد کیے جانے کا زمانہ ۱۲ مئی سے ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء کے مقابلے میں اور زیادہ متعین طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ صاحب عالم مارہروی کے نام غالب کے ایک خط مرقومہ ۲۶ اگست ۱۸۶۶ء کا یہ ٹکڑا دیکھیے:

"چودھری عبدالغفور صاحب (کی خدمت میں) سلام پہنچائیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ مولوی غلام غوث خاں، میر منشی نے آپ کا دیباچہ اور میرا مجموعہ نثر مرتب کرکے منشی ممتاز علی خاں کو بھیج دیا ہے، اب چھپوانے میں ان کو اختیار ہے۔"[۳۴]

یہ خط ۲۶ اگست ۱۸۶۶ء کا لکھا ہوا ہے۔ گویا "عود ہندی" کا مسودہ س تاریخ سے پہلے اشاعت کے لیے مطبع میں بھیجا گیا۔ مسودہ ایک ذریعے سے منشی تاز علی خاں کو بھجواتے ہوئے بے خبر نے انھیں جو خط لکھا، حسن اتفاق سے ہ بھی محفوظ ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"مرزا نوشہ صاحب کے نثر کا مجموعہ مرتب کرکے آج ... (؟) صاحب کے حوالے کیا ہے (کہ) غازی الدین حسین خاں صاحب کے پاس بھیج دیں اور وہ آپ کی خدمت میں روانہ کریں۔ مصنف آپ کے بہت قریب ہیں۔ ایک نظر ان کو بھی دکھا لیجیے، تب چھپوانا شروع کیجیے تو بہتر ہے۔ فقیر نے اس کے ترتیب دینے اور لکھوانے اور بذات خود مقابلہ کرنے ہی میں

محنت نہیں کی بلکہ اتنا تردد اور کیا کہ جو رقعات ، بریلی سے آئے ہوئے تھے (آپ نے کھو دیے) ، لکھوا دیے ، ان کو وہاں سے مکرر منگوایا اور سوائے اس کے کہ گورکھپور، لکھنئو، کانپور سے کچھ بہم پہنچایا اور نئی نثریں مصنف سے اور لیں اور ان سب کو بھی مجموعے میں داخل کیا اور جہاں کہیں شک ہوا ، مصنف سے اس کی تصحیح کر لی - اب اگر یہ مجموعہ طاق نسیاں پر رکھا نہ رہے اور جلد چھپے تو مصنف پر احسان ہوگا۔ فقیر کے پاس تو اصل موجود ہے - جب دیکھے گا کہ آپ نہیں چھپواتے تو اپنے کاتب سے ایک نسخہ اور لکھوا لے گا اور جو جو نقل کے طالب ہوں گے ، ان کو دے دے گا -''[۳۵]

لیکن اس تقریر و تنبیہہ کے باوجود ، ممتاز علی خان نے اس مجموعے کو طاق نسیاں پر ڈالے رکھا اور اگست ۱۸۶۶ء کے بعد یہ کتاب جو دو سو صفحات کی بھی نہیں تھی ، دو برس دو ماہ تک تعویق میں پڑی رہ کر بالآخر ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو غالب کے انتقال سے قریب ہونے چار ماہ پہلے شائع ہوئی - پھر دیر آید درست آید والی بات بھی نہ ہوئی ، یعنی کتاب کی طباعت میں دیر لگی اور یہ درست بھی نہیں چھپی - مطبوعہ نسخہ بے خبر کو ملا تو ان کا پہلا تاثر یہ تھا کہ مرزا غالب کے رقعات کا یہ مجموعہ ''عود ہندی'' :

''افسوس ہے کہ نہایت غلط چھپا ، بہت جگہ غلطی سے مطلب خبط ہے -''[۳۶]

''عود ہندی'' کا یہ پہلا ایڈیشن $9\frac{1}{2} \times 6$ انچ پر ۱۹ سطری مسطر کی بڑی تقطیع کے ۱۸۸ صفحات پر مشتمل ہے - سرورق کی جدول پھولدار ہے اور سفید پر صفحے کے وسط میں پھولوں کے درمیان خوش خط جلی قلم سے ''عود ہندی'' لکھا ہوا ہے - سرورق کا ڈیزائن مجموعی طور پر ''دیوان غالب'' نظامی ایڈیشن ، کانپور (۱۸۶۲ء) سے بہت حد تک مماثل اور مشابہ ہے - سرورق کی عبارت یہ ہے :

خداوند بے نسبت بندگی نہ پردری و (؟) نہ پراگندگی

بفضل واہب العطیات خالق الخیر و الحسنات انشاء اردو لاجواب موسومہ بہ -

عود ہندی

من تصنیف جناب استاد زمان علامہ عصر اسد اللہ خان المتخلص بہ غالب

حسب فرمائش مجمع خوبی جہاں میاں محمد ممتاز علی خان رئیس میرٹھ

در مطبع مجتبائی واقع میرٹھ طبع گردید

سرورق کی پشت یعنی صفحہ ۲ سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے زیر عنوان صاحب

مطبع محمد ممتاز علی خاں کے "حرف مطلب" ہیں - یہ صفحہ ۳ تک گئے ہیں - اسی صفحے کے بقیہ حصے سے چودہری عبدالغفور سرور کا لکھا ہوا دیباچہ شروع ہوتا ہے - سرور کا دیباچہ مرصع اور مقفیٰ عبارت میں ہے - اسے غالب نے طباعت سے قبل دیکھا تھا اور ایک مقام پر جزواً عبارت کی اصلاح کی تھی* ، لیکن بحیثیت مجموعی سرور کو اس نگارش پر ان لفظوں میں داد دی تھی :

"آپ نے دیباچہ بہت اچھا لکھا ہے ، کتاب کو اس سے رونق ہو جائے گی"۔[۳۷]

سرور کا دیباچہ صفحہ ۶ پر ختم ہوا ہے - اسی صفحے سے غالب کے رقعات شروع ہو جاتے ہیں - کتاب کی دو فصلیں اور ایک خاتمہ ہے - پہلی فصل میں چودہری عبدالغفور سرور کے مرتب کیے ہوئے خط ہیں اور دوسری فصل کے خط منشی محمد ممتاز علی خاں اور خواجہ غلام غوث بے خبر کی جمع و ترتیب کا نتیجہ ہیں - خاتمے میں غالب کی ایسی چند تحریریں ہیں جو انھوں نے دوسروں کی کتابوں پر تقریظ یا دیباچے کے بطور قلم بند کیں -

"پہلی فصل" صفحہ ۳ کے قریب وسط سے شروع ہو کر صفحہ ۷۴ کی پہلی سطر پر ختم ہوتی ہے - اس میں بظاہر کل ۳۱ خط ہیں - ۲۶ سرور کے نام ، ۳ صاحب عالم مارہروی کے نام ، اور ۲ شاہ عالم مارہروی کے نام ، لیکن حقیقتاً یہ تعداد میں ۳۱ کے بجائے ۳۴ ہیں - تفصیل اس اجمال کی یہ کہ ، سرور اور صاحب عالم دونوں کا تعلق مارہرہ سے تھا - سرور ، صاحب عالم کے معتقدوں میں بمنزلہ عزیزوں کے تھے - غالب نے اکثر سرور کے نام کے خط آخر میں روئے سخن صاحب عالم کی طرف کرکے پورے کے پورے خط ان کے نام بھی لکھ ڈالے ہیں (دیکھیے خط نمبر ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۵ ، ۶ ، ۱۸ ، ۲۰ ، ۲۵ ، ۲۸) - اس طرح غالب کے نو خط جو دراصل صاحب عالم مارہروی کے نام ہیں - چودہری عبدالغفور سرور کے نام کے خطوں میں شامل ہوگئے ہیں - سرور کے نام ایک خط نمبر ۲ میں غالب نے شیفتہ کے نام اپنے ایک پرانے مطبوعہ فارسی خط کو بھی نقل کیا ہے -[۳۸] اسے بھی الگ شمار کیا جانا چاہیے -

صرف ایک خط جو شیفتہ کے نام ہے (صفحہ ۱۱ ، ۱۲) فارسی میں ہے ، باقی چالیس اردو میں ہیں - چودہری عبدالغفور سرور کے نام ۲۶ ، صاحب عالم کے نام ۱۲ ، اور شاہ عالم کے نام ۲ - ان میں سے کسی ایک مکتوب الیہ کے سب خط

---

*دیکھیے : خطوط غالب ، مولانا غلام رسول مہر ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، ۱۹۶۹ء ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۷۵ -

ایک ہی جگہ نہیں ہیں۔ خط نمبر ۷ ، ۱۷ اور ۲۳ صاحب عالم کے نام ہیں۔ خط نمبر ۱۱ اور ۱۵ شاہ عالم کے نام۔ خط ۱ تا ۶ ، ۸ تا ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۴ تا ۱۶ ، ۱۸ تا ۲۲ اور ۲۴ تا ۳۱ سرور کے نام ہیں۔

یہ سب کے سب خط ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۲۷۸ھ [۱۸۶۱-۶۲ء] کی درمیانی مدت کے ہیں ، لیکن انھیں جمع کرنے میں تاریخ نگارش کی ترتیب بھی ملحوظ نہیں رکھی گئی ، گو بجائے خود ایسا بھی نہیں کہ خطوں کی تاریخوں کے اندراج کا لازماً اہتمام کیا گیا ہو۔ یہ عدم احتیاط اور بے ترتیبی کتاب کی صرف ''پہلی فصل'' ہی سے خاص نہیں ہے ، تا آخر صورت حال اس سے مختلف نہیں۔ دراصل ان خطوں کی ترتیب کا محرک اول ، صرف اور صرف زبان کا چٹخارہ یا ادبی نکات سے استفادہ تھا اور اس کے لیے ترتیب و تدوین کے وہ سارے اہتمام ، جنھیں آج تحقیق و تدوین کے مبادیات میں خیال کیا جاتا ہے ، اس وقت پیش نظر نہیں رکھے گئے یا غیرضروری سمجھے گئے۔

''عود ہندی'' کی ''دوسری فصل'' ۱۳۵ رقعات غالب پر مشتمل ہے۔ اس میں مجروح کے نام سب سے زیادہ خط ہیں۔ یہ تعداد میں ۳۱ ہیں۔ اس کے بعد بے خبر کے نام ۲۵ ، شفق کے نام ۲۰ ، مہر کے نام ۱۸ ، جنوں کے نام ۱۷ ، شاکر کے نام ۱۰ ، مرزا یوسف علی عزیز اور مردان علی خاں رعنا کے نام دو دو ، اور علائی ، سرفراز حسین ، تفتہ ، نساخ ، شیفتہ ، مولوی عزیز الدین اور مفتی عباس کے نام ایک ایک خط ''نامہ غالب'' (مطبوعہ ۱۸۶۵ء) بنام میرزا رحیم بیگ میرٹھی بھی ''عود ہندی'' میں شامل ہے (صفحہ ۱۴۱-۱۵۵)۔ حکیم غلام نجف خاں کے بیٹے ظہیر الدین کی جانب سے (غالب کا مکتوبہ) ، اُن کے چچا کے نام ایک خط بھی ''عود ہندی'' (صفحہ ۱۲۶-۱۲۷) میں شریک اشاعت ہے۔

''خاتمہ'' تقریظات غالب پر مبنی ہے ، جن کی تفصیل یہ ہے :

۱- تقریظ بر مثنوی مہر	صفحہ ۱۷۹-۱۸۰
۲- تقریظ بر ''گلزار سرور''	۱۸۰-۱۸۲
۳- دیباچہ ''حدائق انظار''	۱۸۲-۱۸۴
۴- ''قواعد تذکیر و تانیث'' کا دیباچہ	۱۸۴-۱۸۵
۵- دیباچہ مجموعۂ قصائد نادر	۱۸۵

ان پانچ تقریظات کے بعد ، پھر غالب کا ایک خط ہے (صفحہ ۱۸۵-۱۸۶) ، یہ منشی غلام بسم اللہ کے نام ہے۔ بظاہر یہ رقعہ اولاً کتابت سے رہ گیا ، یا اُس وقت جامعین کے ہاتھ آیا ہوگا جب کتاب کی ''دوسری فصل'' جو رقعات پر مبنی تھی ،

Accession Number
.....83896.......
Date...7.11.85....... ٣١

چھپ چکی ہوگی ، اس لیے اس تنہا رقعے کو ''خاتمہ'' کی تقریظات کے بعد لگا دیا گیا -

صفحہ ۱۸۶ ہی سے ''عود ہندی'' کی پرتکلف مسجع اردو نثر میں تقریظ ہے جو بعد انطباع کتاب ، حضرت جامع محمد ممتاز ، علی خاں کی فرمائش پر بطور ''عبارت خاتمہ'' حکیم غلام مولا قلق میرٹھی ، نے لکھی ہے اور کتاب کے صفحہ آخر ۱۸۸ تک چلی ہے - اس آخری صفحے پر تقریظ قلق کے بعد قلق کا قطعۂ تاریخ انطباع ہے :

مطبوع طبع بے شک ، بے شک ہے ''عود ہندی''
کیا طرفہ گفتگو ہے ، اردو کا باغ ہے یہ
خود سال طبع دل سے کہتا ہے اے قلق لکھ
کیا سہل مادہ ہے (کذا) ''راح دماغ ہے یہ''
۱۲۸۵ھ

اس کے بعد منشی عبدالحکیم احمد محو ، شاگرد قلق ، رئیس میرٹھ کا قطعۂ تاریخ ہے :

جب چھپی عود ہندی غالب — دیکھ کر میں بھی باغ باغ ہوا
سونے تاریخ آ گیا جو خیال — کرتے ہی فکر انفراغ ہوا
یہ تہہ دل سے شور اٹھا اے محو — لکھ بھی دے ''طیب بردماغ ہوا''
۱۲۸۵ھ

آخری شعر کے مصرعۂ اولیٰ کے پہلو میں ''در مطبع مجتبائی محمد ممتاز علی خاں'' درج ہے اور دوسرے مصرعے کے پہلو میں ''۱۰ رجب ۱۲۸۵ ہجری طبع شد'' کے لفظ رقم ہیں - گویا ''عود ہندی'' کا چھاپا ۱۰ رجب ۱۲۸۵ ہجری ، مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو غالب کی زندگی میں تمام ہوا -

منشی عبدالحکیم احمد محو کے قطعۂ تاریخ کے بعد دو فارسی قطعے حاشیے پر لکھے گئے ہیں - پہلے کا عنوان ہے ''قطعہ تاریخ'' اور قطعہ یہ ہے :

چوں بہ کوشش عود ہندی طبع شد
از پریشانی خاطر جمع شد
بے سر بیم از پیش [پی اش] کردم رقم
نسخۂ مطبوع جاں با طبع شد

دوسرے قطعے کے عنوان میں صرف ''دیگر'' لکھا گیا ہے اور اس سے کتاب کا میور صاحب کے نام انتساب ظاہر ہوتا ہے - ''میور'' سے غالباً سرولیم میور مراد ہیں جو اس زمانے میں ممالک مغربی و شمالی کے گورنر تھے - اس قطعۂ تاریخ و انتساب کے لفظ یہ ہیں :

چو میور صاحب، والا مناقب
ہنر را داد داد ارجمندی
برائے نذر، ممتاز علی خاں
بیاورد ایں متاع حسن و خوبی
زہے ایں آورد رنگیں مضامین
کلام از طبع او در خود فروشی
نوشتم از سر انصاف تاریخ
بہ ہوش آمد سخن زین عود ہندی

ن دو آخری قطعات پر کسی کا نام ثبت نہیں۔ مولانا امتیاز علی عرشی کا خیال ہے کہ یہ دو قطعات :

''غالباً خود منشی ممتاز علی خاں صاحب کے ہیں''۔۳۹

مجھے اسے قبول کرنے میں تامل ہے کیوں کہ مولانا امداد صابری کے بقول :

''منشی ممتاز علی خاں کو ادب و شعر سے کوئی علاقہ نہیں تھا۔ البتہ وہ اچھے شاعروں اور نثر نگاروں کو ضرور پسند کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اُن کو سب سے زیادہ غالب نے متاثر کیا تھا۔ غالب کے متعدد دوستوں اور شاگردوں سے اُن کی دوستی بھی تھی، لیکن اُن کا اصل کام ٹھیکہ داری تھا۔ وہ سرکاری عمارتوں اور مکانوں کے ٹھیکے حاصل کرتے تھے''۔۴۰

اس پس منظر میں یہ قطعات، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ منشی ممتاز علی خاں کے تو قطعاً نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ خود غالب کے زائیدۂ فکر ہیں۔ ''پریشانی خاطر جمع شد'' اور ''خود فروشی'' والی بات وہ خود ہی کہہ سکتے تھے، پھر کتاب کو حکام عالی مقام کی نذر کرنا بھی خود غالب کا خاص شیوہ رہا ہے۔ ایک بات اور بھی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں تعویق سے غالب کو بہت الجھن تھی۔ بے خبر کے نام ۷ مارچ ۱۸۶۳ء کے خط میں پوچھتے ہیں :

''ہاں حضرت، کہیے ممتاز علی خاں کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو چھپا یا چُھپا ہی رہے گا۔ احباب اس کے طالب ہیں، بلکہ بعض نے طلب کو بسر حد تقاضا پہنچا دیا ہے''۔۴۱

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں :

''اور ہاں حضرت، وہ مجموعہ چھپے گا بالفتح یا چھپے گا بالضم؟''۴۲

ایک اور خط میں بے خبر سے پوچھتے ہیں کہ :

''اجی حضرت، یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ہیں؟ رقعے جمع کیے

اور نہ چھپوائے ۔ فی الحال پنجاب احاطہ میں ان کی بڑی خواہش ہے ۔ جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ اُن سے کہیں ۔"۴۳

حسن اتفاق دیکھیے کہ خواجہ غلام غوث بے خبر کا جواب بھی محفوظ ہے ۔ وہ غالب کو لکھتے ہیں کہ میں الہ آباد سے مراد آباد جاتے ہوئے :

"میرٹھ ہو کر آیا ۔ وہاں منشی ممتاز علی خاں صاحب کے بھانجے نے آپ کی اردو انشاء مجھے دکھائی ، سب چھپ گئی ، ایک صفحہ اخیر کا باقی ہے ۔ خان صاحب نے قطعہ تاریخ کے انتظار میں کہ کوئی کہہ دے اسے پھینک رکھا ہے ۔ میں نے خان صاحب کو لکھا تو ہے کہ قطعہ تاریخ کا ہونا فرض نہیں ۔ یوں ہی اس صفحے کو چھپوا کے کتاب تمام کر دیجیے ، دیکھیے خدا کرے کہ وہ مان لیں ۔"۴۴

منشی ممتاز علی خاں نے قطعہ تاریخ کے انتظار میں کہ کوئی کہہ دے ، عود ہندی کو پھینک رکھا تھا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ خود قطعہ کہنے سے عاجز اور قاصر تھے ۔ غالب کو اس کی اطلاع ملی کہ محض اس وجہ سے کتاب پڑی ہے ۔ اُن کے لیے قطعہ کہنا کیا مشکل تھا ، انھوں نے بطور دفع دخل ، یہ قطعات کہہ کر فوراً منشی ممتاز علی خاں کو بھیجے ہوں تو کچھ عجب نہیں اور پھر ان قطعات میں بعض ایسی داخلی شہادتیں بھی ہیں ، جو ان قطعات کے تصنیف غالب ہونے کی موئید ہیں ۔ اس لیے قریب بہ یقین ہے کہ یہ انھیں کے لکھے ہوئے ہیں ۔ ان قطعات میں مدح کا جو ہلکا سا پرتو ہے ، ممکن ہے وہ بعض طبائع کو ، ان قطعات کے غالب کا نتیجہ فکر ماننے میں مزاحم ہو ۔ لیکن غالب کے لیے مدح خود یا خودستائی کوئی نئی بات نہیں اور پھر یہ کہ ان قطعات میں اُن کا نام نہیں تھا اور ان قطعات کو وہ اپنے نام سے چھاپ بھی نہیں رہے تھے ، اس لیے اس میں کی مدح کی تو ذمہ داری بھی اُن کے سر نہیں تھی ۔

مولانا امتیاز علی عرشی نے ایک بات اور کہی ہے کہ "عود ہندی" کے :

"آخری قطعے کے مطالعے سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ منشی ممتاز علی خاں نے میور صاحب ، (غالباً سر ولیم میور گورنر ممالک مغربی و شمالی) کی خدمت میں "عود" کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا ۔ سر ولیم میور علوم مشرقیہ کے عالم تھے ۔ ۔ ۔ بے خبر نے جو "عود ہندی" کی جمع و ترتیب میں برابر کے شریک تھے ، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبے کے اعلیٰ حاکم کے نام معنون کرکے اُس کے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہر توثیق ثبت کریں ۔ اُس زمانے میں اردو زبان میں ایسی نادر کتابیں معدودے چند شائع ہوتی تھیں ۔ گورنمنٹ بعض سیاسی مصالح کے

ماقمت نئی مفید کتابوں کی اشاعت میں انعام کے نام سے با امداد طبع کہہ کر اخراجات کا بار اٹھا لیا کرتی تھی ، اس لیے بعید نہیں کہ منشی (ممتاز علی خان صاحب) کو بھی کچھ روپیہ مل گیا ہو ۔"۴۵

خان بہادر ذوالقدر خواجہ غلام غوث بے خبر ، لفٹننٹ گورنر غرب و شمال کے میر منشی تھے ۔ اگر انتساب سے مقصود "کچھ روپیہ" حاصل کرنا ہی تھا تو بے خبر ، بر بنائے عہدہ ، یا کہہ لیجیے کہ گورنر سے قربت کی بنا پر اس کا بلاتکلف انتساب ہی شاید کچھ انتظام کرا سکتے تھے ۔ پھر منشی ممتاز علی خان میرٹھ کے نامی رئیس تھے ، وہ غالباً روپے پیسے کی امداد کے ضرورت مند بھی نہ رہے ہوں گے اور تیسری بات یہ کہ غالب کے نام بے خبر کے محولہ بالا خط میں تو بے خبر نے قطعے کے خیال ہی کو سرے سے زائد بتایا ہے ۔ وہ میرٹھ گئے ، منشی ممتاز علی خان سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ اُن کے بھانجے نے "عود ہندی" کی زیارت کرائی ، کتاب سب چھپ چکی تھی ۔ ایک صفحہ اخیر کا باقی تھا :

"خان صاحب (ممتاز علی خان) نے قطعۂ تاریخ کے انتظار میں کہ کوئی کہہ دے اسے پھینک رکھا ۔"۴۶

تھا ۔ اب ممتاز علی خان سے چونکہ ملاقات نہیں ہوئی ، اس لیے بے خبر اُن کے لیے یہ تحریری پیغام چھوڑ آئے کہ :

"قطعہ تاریخ کا ہونا فرض نہیں ، یوں ہی اس صفحے کو چھپوا کے کتاب تمام کر دیجیے ۔"۴۷

اس صورت حال میں مولانا امتیاز علی عرشی کا یہ خیال کہ :

"بے خبر نے جو عود ہندی کی جمع و ترتیب میں برابر کے شریک تھے ، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبے کے اعلیٰ حکام کے نام معنون کرکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہر توثیق ثبت کریں ۔"۴۸

کچھ جی کو نہیں لگتا بے خبر نے بظاہر ایسا کوئی مشورہ طابع کو نہیں دیا ، بلکہ دستیاب مآخذ اور شواہد اس کے برعکس یہ ہیں کہ بے خبر نے قطعۂ تاریخ وغیرہ کے سرے سے پھیر میں پڑنے ہی کو زائد اور غیر ضروری امر قرار دیا تھا ۔

"عود ہندی" کے انتساب میں خواجہ غلام غوث بے خبر کا کچھ دخل نہیں رہا ، بلکہ میری رائے میں یہ خود غالب کے خاص شیوے کے عین مطابق ہے ۔ فروری ۱۸۶۷ء میں "نکات غالب و رقعات غالب" کے نام سے غالب نے ایک رسالہ "میکلوڈ صاحب بہادر" کی نذر کیا تھا :

"ارادہ کیا ہے کہ "پنج آہنگ" کی چوتھی آہنگ* ، جس میں فارسی کی صرف کا بیان ہے ، اس کا اردو میں ترجمہ کیا جائے تاکہ وہ اوراق حضور پرنور ۔ ۔ ۔ جناب معلیٰ القاب میکلوڈ صاحب بہادر فرماں روائے ممالک و سبعہ (؟) پنجاب ، بظاہر نواب لیفٹننٹ گورنر بہادر اور ان کا خطاب اور فی الحقیقت سلطان فلک رخش بلال رکاب ، کے نذر کیے جائیں ۔ خدا کرے مجھ ترک جاہل کا بیان حضرت کے پسند آئے"۔[۴۹]

اس سے پہلے ۱۸۶۵ء کے لگ بھگ غالب "صاحبان تازہ وارد ولایت" کے لیے اردو کتاب تیار کرکے اسے "میکلوڈ صاحب بہادر" کی نذر کر چکے تھے :

"یہ مجموعہ نذر اس جناب رفعت مآب کے ہے جس سے عزت و توقیر فنانشل کمشنری پنجاب کی ہے ۔ صاحب والا مناقب عالی شان ۔ علم و اہل علم کے قدر دان ۔ ۔ ۔ عالی رتبہ معلیٰ القاب حضرت فلک رفعت میکلوڈ صاحب بہادر فنانشل کمشنر بہادر قلم رو پنجاب ۔ ۔ ۔ اس کتاب کا نذر کرنے والا جو اپنی نذر کے قبول ہونے کا طالب ہے ۔ ۔ ۔ موسوم بہ اسد اللہ خان و متخلص بہ غالب ہے ۔"[۵۰]

ستمبر ۱۸۵۸ء میں غالب کی معروف کتاب "دستنبو" آگرہ میں زیر طبع تھی ، انھی ایام میں غالب نے ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ء کو منشی نبی بخش حقیر کو لکھا کہ میں نے ایک قصیدہ ملکۂ معظمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے ، اسے بھی چاہتا ہوں کہ "دستنبو" کے آغاز میں شامل کر لیا جائے ۔ "کتاب کو قصیدے سے عزت ۔ ۔ ۔ ہو جائے گی ۔"[۵۱]

مختصر یہ کہ انگریز حکام کے اسم سامی سے انتساب غالب کی ایک خاص نفسیاتی الجھن تھی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ "عود ہندی" کے سرولیم میور سے انتساب میں بھی یہی نفسیات کارفرما ہے کہ کتاب کو "اس سے" عزت ہو جائے گی ۔ اس سے غرض ، طابع کی متوقع مالی مدد نہ رہی ہو گی اور "عود ہندی" کے طابع منشی ممتاز علی خاں میرٹھ کے نامی رئیس تھے ، وہ روپے پیسے کے ضرورت مند تو یقیناً نہیں تھے ، غالباً اس کے آزومند بھی نہ رہے ہوں گے ۔

غالب "عود ہندی" کی اشاعت میں تاخیر سے بہت شکستہ خاطر تھے ۔ "مہر غالب" کے مادۂ تاریخ کے مطابق کتاب کی ابتدائی ترتیب کا کام چودہری عبدالغفور سرور کے ہاتھوں ۱۲۷۸ ہجری مطابق ۱۸۶۱-۶۲ء میں پورا ہو گیا تھا ، لیکن

---

* یہاں غالب کو سہو ہوا ہے ۔ "آہنگ دوم" لکھنا چاہیے تھا ۔
[سید معین الرحمن]

۱۸۸ صفحات کی اس کتاب کے چھپنے میں چھ سات سال لگ گئے ۔ ممتاز علی خان کے نام سے سرولیم میور کی ''نذر'' میں یہ حکمت اور مصلحت کارفرما رہی ہو تو عجب نہیں کہ وہ کتاب کی اشاعت میں اس ذاتی حوالے سے شاید سرگرم اور مستعد ہو جائیں ۔ اور اس طرح غالب کو حق تصنیف کے کچھ زائد نسخے ممتاز علی خان سے غالباً مل جانے کی بھی اُمید ہو ۔ بے خبر کے نام ایک خط میں غالب لکھتے ہیں کہ :

''مجموعہ (نثر اردو) ۔ ۔ ۔ چھپ چکا ہو تو حق تصنیف کی جتنی جلدیں منشی ممتاز علی خاں صاحب کی ہمت اقتضاء کرے ، فقیر کو بھیجیے''۔۵۲

''حق تصنیف کے کتنے نسخے غالب کو ملے ، اس سلسلے میں دستیاب مآخذ خاموش ہیں ، لیکن چھپنے سے پہلے ہی ''پنجاب احاطہ'' میں کتاب کی بڑی مانگ تھی ۔ احباب اس کے دل سے مشتاق اور طالب تھے ، بلکہ بعض نے تو طالب کو بہ سرحد تقاضا پہنچا دیا تھا ۔ چنانچہ کتاب ابھی پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ نکلنا شروع ہو گئی ۔ خواجہ غلام غوث بے خبر ، ایک خط میں غالب کو لکھتے ہیں :

''مراد آباد میں اخبار ''جلوۂ طور'' کا مہتمم بھی وارد تھا ۔ وہ کہتا تھا کہ میں نے (''عود ہندی'' کی) ویسے ہی ناتمام (بلا قطعہ تاریخ) پچیس جلدیں لیں اور لوگوں کو دیں ۔ ۵۳''

خواجہ غلام غوث بے خبر نے ''عود ہندی'' کا مسودہ ترتیب دے کر اسے کاتب سے خوش خط لکھوا کر اشاعت کے لیے منشی ممتاز علی خاں کو بھیجتے ہوئے لکھا تھا کہ :

''اب اگر یہ مجموعہ طاق نسیاں میں رکھا نہ رہے اور جلد چھپے تو مصنف پر احسان ہوگا ۔ فقیر کے پاس تو اصل موجود ہے ۔ جب دیکھے گا کہ آپ نہیں چھپواتے تو اپنے کاتب سے ایک نسخہ اور لکھوا لے گا اور جو نقل کے طالب ہوں گے ، ان کو دے دے گا ۵۴''

پنڈت مہیش پرشاد لکھتے ہیں کہ خواجہ غلام غوث بے خبر کی :

''اس تحریر کی بنا پر میں نے کوشش کی کہ خواجہ صاحب نے اپنا ذاتی کتب خانہ چھوڑا ہے، اس میں کہیں وہ نسخہ مل جائے ۔ مگر خواجہ صاحب کے جو اعزہ بنارس میں ہیں ، ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کا بے بہا سرمایہ بنارس میں ضائع ہو کر مفقود ہو چکا ہے ۔ تاہم ہنوز کوشاں ہوں ، ممکن ہے کہ کہیں وہ نسخہ دستیاب ہو جائے تاکہ اغلاط کی تصحیح یقین کے ساتھ ہو سکے''۔۵۵

۱۹۴۱ء میں پنڈت مہیش پرشاد نے الہ آباد سے ''خطوط غالب'' کی پہلی جلد شائع کی ۔ ۱۹۵۱ء میں ان کے انتقال سے یہ کام جہاں کا تہاں رہ گیا ۔ اب اس اصل نسخے کا جو کبھی خواجہ غلام غوث بے خبر کی ملکیت رہا ہے ، دستیاب ہونا بظاہر محالات میں سے معلوم ہوتا ہے ۔

خواجہ غلام غوث بے خبر نے غالب کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ نسخہ' ''عود ہندی'' کے لیے جگہ جگہ سے :

''آپ کی تحریریں فراہم کیں ، خود سب کو دیکھا ۔ جو مضامین لائق اعلان کے نہ تھے ، ان کو نکال ڈالا ۔ ۵۶''

پنڈت مہیش پرشاد کو ''عود ہندی'' کے مطبوعہ خطوں کا ، غالب کے بعض اصل قلمی رقعات سے مقابلہ کرنے کا موقع ملا ، اس کے نتیجے میں وہ کہتے ہیں کہ :

''یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''عود ہندی'' کے بعض خطوں کی کچھ عبارتیں قطع و برید کی زد میں ضرور آ گئی ہیں ۔۵۷''

اور اب ''عود ہندی'' کے سلسلے کی آخری بات ، اس میں شامل خطوں کی مجموعی تعداد کے بارے میں ، جس پر غالب شناسوں کا اتفاق نہیں ہے ۔

پنڈت مہیش پرشاد[۵۸] اور مالک رام[۵۹] ''عود ہندی'' طبع اول کے خطوں کی تعداد ۱۶۸ بتاتے ہیں (۳۱ پہلی فصل میں، ۱۳۷ دوسری فصل میں)، مولانا امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں کہ : ''عود ہندی'' کے کل رقعات کی تعداد ۱۶۲ ہے ۔[۶۰] مولانا غلام رسول مہر کا خیال ہے کہ ''عود ہندی'' کے بعض خطوط کی تعداد ۱۶۳ سے زیادہ نہیں ۔[۶۱]''

مولانا مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے ''عود ہندی'' کو طبع اوّل کے مطابق مرتب کیا ہے ۔ ان کے مرتبہ متن میں خطوں کی تعداد کا نمبر شمار ۱۶۶ ہے ۔ ''تعارف'' میں فاضل لکھنوی نے 'فصل اول' کے خط ۳۱ اور 'فصل دوم' کے ۱۴۰ خط بتاتے ہوئے مجموعی تعداد ۱۷۱ قرار دی ہے ۔[۶۲] آخر کتاب میں ''فہرست مکتوب الیہم'' کے تحت انہوں نے خطوں کی کل تعداد ۱۶۷ ظاہر کی ہے[۶۳] اس میں غالب کے نام بے خبر کے ایک خط کو بھی شمار اور شامل کیا گیا ہے ۔

حقیقتاً ''عود ہندی'' میں شامل خطوں کی کل تعداد ۱۷۰ ہے ۔ ۳۴ پہلی فصل میں ہیں اور ۱۳۶ دوسری فصل میں لیکن دوسری فصل میں ایک خط (صفحہ ۱۷۶-۱۷۷) دراصل منشی غلام غوث بے خبر کا نوشتہ ہے اور غالب کے ایک خط

(صفحہ ۱۷۸) کے جواب میں ہے۔ اسے شمار سے خارج کرتے ہوئے "عود ہندی" میں غالب کے خطوں کی کل تعداد ۱۷۶ بنتی ہے جو اکیس مختلف اصحاب کے نام ہیں۔

"عود ہندی" غالب کے انتقال سے قریب ہونے چار مہینے قبل ۱۰ رجب ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو پہلی بار شائع ہوئی۔ [٦٤] یہی غالب کی زندگی میں "عود ہندی" کا آخری ایڈیشن بھی ثابت ہوا۔ [٦٥] پروفیسر حمید احمد خاں نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ غالب کے:

> "خطوں کا پہلا مجموعہ "عود ہندی" کے نام سے ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو غالب کی زندگی میں شائع ہوا۔ یہ دن صرف غالب کے سوانح نگار اور نقاد ہی کے لیے خاص اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ تاریخ نثر اردو میں ایک بڑے انقلاب کی خبر دیتا ہے۔ جو اسباب انیسویں صدی کے شروع میں اردو نثر کے ظہور اور اس صدی کے نصف آخر میں اس کی ترقی کا باعث ہوئے، انہوں نے مل جل کر جدید اردو نثر کی اس پہلی عظیم الشان اور مقبول عام کتاب کی اشاعت ہیں نمایاں حصہ لیا"۔[٦٦]

حواشی

۱۔ اردوئے معلیٰ، طبع اول: اکمل المطابع، دہلی، مارچ ۱۸۶۹ء، صفحہ ۳۶۱

۲۔ اردوئے معلیٰ، طبع اول، ایضاً، صفحہ ۱۰۵

۳۔ اردوئے معلیٰ، طبع اول، ایضاً، صفحہ ۳۶۱

۴۔ عود ہندی، طبع اول: مطبع مجتبائی، میرٹھ، اکتوبر ۱۸۶۸ء

۵۔ مکاتیب غالب، مرتبہ: مولانا امتیاز علی عرشی، طبع اول: مطبعہ قیمہ، بمبئی ۱۹۳۷ء

۶۔ نادرات غالب، مرتبہ: آفاق حسین آفاق دہلوی، طبع اول: ادارۂ نادرات، کراچی ۱۹۴۹ء

۷۔ خطوط غالب، طبع اول: مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء، جلد ۲، صفحہ ۵۱۹

۸۔ عود ہندی، طبع اول، ایضاً ۱۸۶۸ء، صفحہ ۵ و بہ بعد

۹۔ "عود ہندی" کی اشاعت اکتوبر ۱۸۶۸ء تک غالب کی یہ فارسی تصنیفات شائع ہو چکی تھیں:

(ا) نظم فارسی: (i) دیوان فارسی، مطبع دارالسلام، حوض قاضی، دہلی، ۱۸۴۵ء

(ii) کلیات غالب ، مطبع نولکشور ، لکھنئو ، ۱۸۶۳ء
(iii) مثنوی ابر گہربار ، مطبع اکمل المطابع ، دہلی ، ۱۸۶۴ء
(iv) قطعہٗ غالب ، مطبع اکمل المطابع ، دہلی ۱۸۶۶ء
(v) سبد چین ، مطبع محمدی ، دہلی ، ۱۸۶۷ء
(vi) مثنوی دعاء صباح ، مطبع نولکشور، لکھنئو ، قبل ۱۸۶۸ء

(ب) نثر فارسی (i) پنج آہنگ، مطبع سلطانی، دہلی، ۱۸۴۹ء ، مطبع دارالسلام، دہلی ، ۱۸۵۳ء
(ii) مہر نیمروز ، فخر المطابع ، دہلی ، ۱۸۵۴ء
(iii) دستنبو ، مطبع مفید خلائق ، آگرہ، ۱۸۵۸ء مطبع لٹریری سوسائٹی ، روہیل کھنڈ ، بریلی ، ۱۸۶۵ء
(iv) قاطع برہان ، مطبع نولکشور ، لکھنئو ، ۱۸۶۲ء درفش کاویانی ، اکمل المطابع ، دہلی ۱۸۶۵ء
(v) نکات (اردو) و رقعات غالب (فارسی) ، مطبع سراجی ، دہلی ۱۸۶۷ء
(iv) کلیات نثر غالب ، مطبع نولکشور ، لکھنئو ، ۱۸۶۸ء

۱۰- یہ صحیح نہیں کہ ''عود ہندی'' کی اشاعت اکتوبر ۱۸۶۸ء تک غالب کا صرف اردو دیوان ہی ترتیب و طباعت کی منزل سے گزرا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک دیوان کے علاوہ غالب کی اردو نظم و نثر کی یہ چیزیں چھپ چکی تھیں :

(الف) نظم اردو : قادر نامہٗ غالب (i) طبع اول : مطبع سلطانی ، دہلی ، ۱۸۵۶ء
(ii) طبع دوم : مطبع العلوم ، دہلی ، ۱۸۶۱ء
(iii) طبع سوم : محبس پریس ، دہلی ۱۸۶۳ء

(ب) نثر اردو : (i) لطایف غیبی ، اکمل المطابع ، دہلی ، ۱۸۶۴ء
(ii) سوالات عبدالکریم ، اکمل المطابع ، دہلی ، ۱۸۶۴ء
(iii) نامہٗ غالب ، مطبع محمدی ، دہلی ، ۱۸۶۵ء
(iv) تیغ تیز ، اکمل المطابع ، دہلی ، ۱۸۶۷ء

۱۱- عود ہندی ، طبع اول ، ۱۸۶۸ء ، صفحہ ۲ ، ۳
۱۲- عود ہندی ، ایضاً ، صفحہ ۳
۱۳- انشائے بے خبر ، صفحہ ۱۱
۱۴- ہندوستانی ، الہ آباد ، اکتوبر ۱۹۳۵ء ، صفحہ ۳۷۳-۳۷۲
۱۵- نامہٗ غالب ، مطبع محمدی ، دہلی ، ۱۸۶۵ء

۱۶- خطوط غالب ، مولانا غلام رسول مہر ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، ۱۹۶۹ء جلد ۱ ، صفحہ ۱۹۴ ، وبہ بعد
۱۷- خطوط غالب ، طبع اول : مجلس یادگار غالب ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، ۱۹۶۹ء جلد ۱ ، صفحہ ۱۹۴ و بہ بعد
۱۸- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ صفحہ ۳۹۳
۱۹- فغان بے خبر ، صفحہ ۸۱
۲۰- فغان بے خبر ، صفحہ ۸۲
۲۱- فغان بے خبر ، صفحہ ۱۰۰
۲۲- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۷۹
۲۳- خطوط غالب ، طبع اول ، ایضاً ، ۱۹۶۹ء ، جلد ۱ صفحہ ۲
۲۴- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۷۹
۲۵- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۱۹۴
۲۶- خطوط غالب ، مولانا غلام رسول مہر ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۷۰
۲۷- خطوط غالب ، مولانا غلام رسول مہر ، ایضاً ، جلد ۱ صفحہ ۴۷۷
۲۸- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ صفحہ ۴۴۹
۲۹- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۷۹
۳۰- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۸۱
۳۱- انشائے بے خبر ، صفحہ ۱۱ و بہ بعد
۳۲- دیکھیے حبیب اللہ ذکا کے نام ۱۶ شعبان ۱۲۸۳ھ/۲۴ دسمبر ۱۸۶۶ء کا خط مشمولہ اردوئے معلیٰ ، دہلی ۱۸۶۹ء ، ص ۴۴
۳۳- اس ''قطعہ' غالب'' کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے مقالہ : ڈاکٹر سید معین الرحمن مشمولہ : جشن نامہ یونیورسٹی اوریئنٹل کالج ، لاہور مشتمل بر مقالات جشن صد سالہ' تاسیس ، مرتبہ : ڈاکٹر عبادت بریلوی، دسمبر ۱۹۷۲ء ، صفحہ ۴۱۹ - ۴۳۶
۳۴- خطوط غالب ، مولانا غلام رسول مہر ، ایضاً ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۸۷
۳۵- انشائے بے خبر ، صفحہ ۴۵
۳۶- بنام : مولوی عبدالقیوم ، فغان بے خبر ، صفحہ ۱۴۱
۳۷- خطوط غالب ، مولانا غلام رسول مہر ، لاہور ۱۹۶۹ء ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۷۵
۳۸- یہ فارسی خط ''پنج آہنگ'' میں شامل ہے ۔ دیکھیے : طبع دوم، مطبع دارالسلام دہلی ، ۱۸۵۳ء صفحہ ۳۹۱
۳۹- مکاتیب غالب ، طبع اول : مطبعہ' قیمہ ، بمبئی ، ۱۹۳۷ء ، دیباچہ ، صفحہ ۱۷۲

۴۰- تاریخ صحافت اردو ، جلد سوم ، دہلی ۱۹۶۳ء ، صفحہ ۲۵
۴۱- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ، ۱ صفحہ ۳۶۶
۴۲- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۷۰
۴۳- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۸۹
۴۴- فغان بے خبر ، صفحہ ۱۲۹
۴۵- مکاتیب غالب ، طبع اول ، بمبئی ۱۹۳۷ء ، دیباچہ ، صفحہ ۱۷۲
۴۶- فغان بے خبر ، صفحہ ۱۲۹
۴۷- فغان بے خبر ، صفحہ ۱۲۹
۴۸- مکا تیب غالب ، ایضاً ، صفحہ ۱۷۲
۴۹- نکات غالب و رقعات غالب ، طبع اول مطبع سراجی ، دہلی ۱۸۶۷ء ، صفحہ ۳
۵۰- انتخاب غالب ، مرتبہ : محمد عبدالرزاق ، چشتیہ پریس ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۲۶ء ، صفحہ ۲
۵۱- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۲ ، صفحہ ۹۱۵
۵۲- خطوط غالب ، ایضاً ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۷۰
۵۳- فغان بے خبر ، صفحہ ۱۲۹
۵۴- انشائے بے خبر ، صفحہ ۵۴
۵۵- ہندوستانی الہ آباد ، اکتوبر ۱۹۳۵ء ، صفحہ ۳۶۵
۵۶- انشائے بے خبر ، صفحہ ۱۱
۵۷- ہندوستانی ، الہ آباد ، اکتوبر ۱۹۳۵ء ، صفحہ ۳۶۹
۵۸- ہندوستانی ، الہ آباد ، اکتوبر ۱۹۳۵ء ، صفحہ ۳۶۹
۵۹- ذکر غالب ، طبع چہارم ، دہلی ۱۹۶۴ء ، صفحہ ۲۰۸
۶۰- مکاتیب غالب ، طبع اول ، بمبئی ۱۹۳۷ء ، دیباچہ ، صفحہ ۱۷۳
۶۱- خطوط غالب ، مجلس یادگار غالب ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ۱۹۶۹ء ، جلد اول ، صفحہ ''ب'' (گزارش احوال)
۶۲- عود ہندی ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۶۷ء ، تعارف صفحہ ۶۸
۶۳- عود ہندی ، ایضاً ، صفحہ ۵۶۸
۶۴- اخبار عالم ، میرٹھ کی اشاعت ۲۲ اپریل ۱۸۶۹ء (صفحہ ۵) میں ''عود ہندی'' طبع اول پر یہ مختصر تبصرہ شائع ہوا ہے :

''یہ کتاب لطافت مآب بہ زبان اردو نثر جس میں اکثر خطوط اور مضامین مختلف بطور دیباچہ کتاب لکھے ہیں ، نواب اسد اللہ خان صاحب غالب مرحوم کے نتائج فکر سے ہے ، جس کا مطالعہ واسطے صفائی اور درستی زبان اردو کے مفید اور کارآمد ہے ۔ مطبع مجتبائی ، واقع میرٹھ میں صاف اور خوش